کسبِ حلال

عبدالرحیم اشرف بلوچ

آج ہمارا معاشرہ جس اخلاقی انحطاط کا شکار ہے اس کا اگر فوری سدباب نہ کیا گیا تو ایک دن ہمیں ناقابل حل مشکلات کا سامنا کرنے پڑے گا اور اس وقت اصلاح احوال کے لئے بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ایک لمحہ ضائع کئے بغیر نہایت سنجیدگی سے معاشرتی خرابیوں کا جائزہ لیں اور ان کو دور کرنے کی دیانت دارانہ کوشش کریں۔ ان معاشرتی اور سماجی برائیوں میں سے ایک راتوں رات دولت مند بن جانے کی ہوس ہے اور وہ بھی بغیر کسی محنت اور مشقت کے۔ معیار زندگی کو بلند کرنے کی دھن ہر شخص کے ذہن پر اس طرح سوار ہے کہ وہ بلا امتیاز حلال و حرام ہر جائز و ناجائز ذریعے سے حصول مال وزر میں مگن ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے قومی و ملی مفادات تک کو قربان کر دیا جاتا ہے۔ آج کا انسان جس فضا میں سانس لے رہا ہے وہ خود غرضی، حرص و ہوس اور زر پرستی جیسی، برائیوں سے آلودہ ہے جو اس کے کردار کو بگاڑنے کے ساتھ ساتھ قوم کو مجموعی طور پر بھی ناکارہ بنا رہا ہے۔

یہ درست ہے کہ اسلام نے حصول رزق اور مال و دولت جمع کر کے معیار زندگی کو بلند کرنے کی کوئی ممانعت نہیں کی اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی ناروا پابندی لگائی ہے بلکہ

اس کے برعکس ہر شخص کو اس کرۂ ارض پر وسائل رزق سے پورا پورا استفادہ کرنے کا حق دیا ہے۔
قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه۔ (الملک : ۱۵)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم بنا دیا پس تم اس کے اطراف میں چلو پھرو اور خدا کی دی ہوئی رزق سے کھاؤ۔

اگر غور کیا جائے تو اسلام نے جہاں ایک طرف ہر فرد کو بنیادی ضروریات زندگی حاصل کرنے کا نہ صرف حق دیا ہے بلکہ اس کی ترغیب بھی دی ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کی بجائے محنت وجدوجہد سے رزق حاصل کر کے خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ۔ اسلام نے انسانوں کے لئے ایک ایسا معاشی نظام بھی پیش کیا ہے کہ جس میں ہر فرد کے لئے معاشی تحفظات کے قواعد و ضوابط واضح طور پر موجود ہیں۔

اس معاشی نظام کو صحیح طور پر اپنایا جائے تو معاشرہ کا کوئی فرد فقر و فاقہ میں مبتلا نہیں رہ سکتا۔ اس نظام میں اصحاب ثروت سے زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات کے ذریعے مال لے کر فقراء و مساکین پر خرچ کیا جاتا ہے جس سے معاشرہ میں دولت پرستی کی لعنت ختم ہو جاتی ہے کیونکہ زر پرستی اور ہوس مال و دولت تب پیدا ہوتی ہے جب کچھ لوگ دولت کو گردش سے روک کر دوسروں کو اس سے محروم کر دیں۔ یہ احساس محرومی ضرورت مند کو پھر ناجائز ذرائع اپنانے پر اکساتی ہے جس سے خود بخود معاشرہ میں خرابیاں جنم لینے لگتی ہیں۔

ہمارے معاشرے میں جو خرابیاں ہیں ان کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اسلامی نظام حیات کو کہ اسلامی معاشی نظام جس کا ایک جزو ہے اختیار کرنے میں بہت سے قیمتی سال ضائع کر دیئے ہیں اور اب جبکہ اس طرف کچھ پیش رفت ہو رہی ہے کچھ لوگ ابھی تک ہچکچا رہے ہیں حالانکہ اب مزید انتظار اور پس و پیش کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اسلامی تعلیمات کا ایک اہم جزو ہے کسب حلال اور اکل حلال یعنی حلال کمانا

اور حلال کھانا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یا یھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیباً۔ ‏(بقرۃ: ۱۶۸)

اے لوگو زمین میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔

اسلام اپنے پیروکاروں کو حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیتا ہے اور حرام خوری سے منع کرتا ہے۔ حلال چیزوں سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جو چیزیں حلال قرار دی گئی ہیں وہ اب ہمارے لئے ہر لحاظ سے حلال ہیں چاہے ہم انہیں جس طرح بھی حاصل کریں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حلال اور پاکیزہ چیزیں بھی ہمارے لئے تب ہی حلال ہوں گی جب ہم جائز طریقے سے انہیں حاصل کریں۔ ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ چیز بھی حرام ہوجاتی ہے۔ اسلام ہمیں کسب حلال اور اکل حلال کا حکم دیتا ہے اور حرام کمائی سے سختی سے منع کرتا ہے۔ ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ مال و دولت اسی طرح حرام ہے جس طرح شراب۔ لحم خنزیر اور دوسری ناپاک چیزیں حرام اور ممنوع ہیں۔

آئیے آئندہ سطور میں حصول رزق کے چند ایک ناجائز ذرائع کا جائزہ لیتے ہیں جس سے حلال اور پاکیزہ چیزیں بھی حرام ہوجاتی ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا معاشرہ جن برائیوں میں مبتلا ہے ان میں ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، کم تولنا۔ رشوت خوری، کام چوری اور اپنے اختیارات کا بے محل استعمال چند ایک ہیں۔ اسلام ان ذرائع سے حاصل شدہ رزق کو نہ صرف ناجائز قرار دیتا ہے بلکہ ان برائیوں کے مرتکب افراد کے لئے سخت وعیدیں اور سزائیں بھی بیان کرتا ہے۔

ملاوٹ: کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کرکے اپنی تجوریاں بھرنا ایک انتہائی خطرناک خود غرضانہ فعل ہے یہ فعل خطرناک اس طرح ہے کہ ملاوٹ شدہ اشیاء کے استعمال سے انسانی صحت پہ برے اور بعض اوقات مہلک اثرات پڑتے ہیں۔ لوگ ملاوٹ والی چیزیں استعمال کرکے کئی طرح کی جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی مر بھی جاتے ہیں

اکثر اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں جگہ کچھ لوگ زہریلی غذا کھانے یا مشروب پینے سے ہلاک ہوگئے۔ اس طرح صرف ایک شخص کی تو دغرضی سے کئی قیمتی انسانی جانیں ضائع ہو جاتیں ہیں۔ یہ فعل ملاوٹ کرنے والے کی گھٹیا ذہنیت اور خود غرضانہ کردار پہ دلالت کرتا ہے ایسا شخص حقیقت میں ایک قاتل سے کسی طرح کم مجرم نہیں ہے۔ رسول اللہ نے ایسے شخص کو مسلمانوں کی جماعت سے خارج قرار دیا ہے۔

عن ابی ھریرة قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برجل یبیع طعاماً فأدخل یدہ فاذا ھو مغشوش فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من غش ۔

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب التجارات باب ۳۶)

حضرت ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص کے پاس ہوا جو طعام فروخت کر رہا تھا۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا تو وہ غذا ملاوٹ والی نکلی اس پر آپ نے فرمایا "ہم میں سے نہیں جو ملاوٹ کرتا ہے"۔

عن ابی ھریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی صبرة من طعام فأدخل یدہ فیھا فنالت اصابعہ بللا فقال یا صاحب الطعام ما ھذا؟ قال اصابتہ السماء یا رسول اللہ قال افلا جعلتہ فوق الطعام حتی یراہ الناس ثم قال من غش فلیس منا ۔

سنن ترمذی، کتاب البیوع باب ۷۲

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غذا کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے اور آپ نے اپنا ہاتھ اس میں داخل کیا تو آپ کی انگلیوں کو نمی محسوس ہوئی آپ نے اس کے مالک سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اس نے جواب دیا یا رسول اللہ یہ نمی بارش میں بھیگنے کی وجہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تو نے اسے اوپر کیوں نہ رکھا کہ (خریدنے سے پہلے) لوگ اسے دیکھ لیتے۔ پھر آپ نے فرمایا جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اس دوسری حدیث سے تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اپنی طرف سے ملاوٹ تو دور کی بات ہے اگر کسی آسمانی یا ناگہانی آفت کی وجہ سے غلہ وغیرہ خراب ہو جائے تو غلے کے مالک کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اوپر اوپر تو صاف ستھرا مال رکھ دے اور اس کی آڑ میں نیچے خراب مال رکھ کر فروخت کرے۔

<u>ذخیرہ اندوزی</u> :- ناجائز طریقے سے دولت کمانے کا ایک ذریعہ ذخیرہ اندوزی ہے۔ یہ ایک

سنگدلانہ اور مبنی بر خود غرضی فعل ہے جو ایک صحت مند معاشرے کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔ اس سے معاشرے میں بے چینی پھیلتی ہے اور فتنہ و فساد کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ کیونکہ اس طرح ایک طرف تو اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں اور دوسری طرف لوگوں کے لئے سہولت سے اشیاء ضروریہ کا حصول ناممکن بن جاتا ہے۔ لوگوں کو جب ضروریاتِ زندگی میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ان میں بغاوت و سرکشی کے جذبات پروان چڑھنے لگتے ہیں جن کا اگر تدارک نہ کیا جائے تو یہ جذبات آتش فشاں پہاڑ کے لاوے کی طرح نکل کر ملک کا امن و چین غارت کر دیتے ہیں۔

ذخیرہ اندوزی کرنے والا انتہائی سنگدل اور بے رحم ہوتا ہے۔ اس کی بے رحمی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو کہ وہ لوگوں کو بنیادی ضروریات کی چیزوں کے لئے سرگرداں دیکھے اور اپنے پاس ان اشیاء کو ذخیرہ کر کے خزانے کے روایتی سانپ کی طرح ان پہ پہرہ لگائے بیٹھا رہے رسول اللہ نے ایسے شخص کے لئے دنیا و آخرت میں سزا و عذاب کی وعید سنائی ہے۔

عن معمر بن عبداللہ بن نضلۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحتکر الا الخاطئ۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب التجارات باب ۶)	معمر بن عبداللہ بن نضلۃ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ذخیرہ اندوزی خطاکار ہی کرتا ہے۔"
عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من احتکر علی المسلمین طعاماً ضربہ اللہ بالجذام والافلاس (سنن ابن ماجہ کتاب التجارات باب ۶)	حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے کہ جس نے کھانے پینے کی اشیاء ذخیرہ کر کے مسلمانوں سے روک لیئے اللہ تعالیٰ اسے کوڑھ اور تنگدستی میں مبتلا کر دے گا

کم تولنا:۔ ایک شخص جب اپنی چیز کی پوری قیمت وصول کر لیتا ہے تو پھر اسے کسی طرح بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس چیز کو پورا پورا خریدنے والے کے حوالے کرنے سے گریز کرے بلکہ اسے چاہیئے کہ جس طرح اس نے اس چیز کا معاوضہ پورا کا پورا لے لیا ہے اسی طرح اب وہ اس چیز کو دوسرے کی

امانت سمجھے اور کسی قسم کے خیانت کا ارتکاب کئے بغیر دوسرے کے حوالے کردے جواب اس کا حقیقی مالک ہے۔ جو شخص کم تولتا ہے یا ناپتا ہے وہ حقیقت میں بد دیانتی کا مرتکب ہوتا ہے اور اس طرح ناجائز ذریعے سے اپنی کمائی میں حرام کی آمیزش کر کے اپنے اوپر برکتوں کا دروازہ خود ہی بند کر دیتا ہے ایسے شخص کے لئے قرآن کریم نے ہلاکت و بربادی کی وعید سنائی ہے۔

ویل للمطففین۝ الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون ۝ واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون۝ الا یظن اولٓئک انھم مبعوثون ۝ لیوم عظیم۝ یوم یقوم الناس لرب العالمین ۝ (مطففین: ۱-۶)	خرابی ہے گھٹانے والوں کی جب خود ماپ لیں لوگوں سے تو پورا بھر لیں اور جب لوگوں کو ماپ دیں یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ اٹھائے نہیں جائیں گے ایک بڑے دن کے لئے کہ جس دن لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے تمام جہانوں کے رب کے سامنے جوابدہی کے لئے)

ایسے لوگ کیوں نہ ہلاکت و بربادی کو دعوت دیں جبکہ ان کے افعال دوسروں کے لئے خرابی و پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ ایسے لوگوں نے درحقیقت انصاف کا دوہرا معیار قائم کیا ہوتا ہے۔ وہ خود تو ناپ تول کے وقت پورا پورا تولتے اور ناپتے ہیں جبکہ دوسروں کے لئے کم تولتے اور ناپتے ہیں۔ یہ لوگ ایسا اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں قیامت کے دن خدا کے حضور پیش ہو کر جوابدہی کا یقین نہیں ہوتا ورنہ اگر وہ صحیح مسلمان ہوں اور انہیں یہ احساس ہو کہ انہیں ایک دن رب العالمین کے دربار میں پیش ہونا ہے تو وہ کبھی ایسا نہ کریں۔

رشوت خوری:۔ ہوس زر کی تسکین کی ایک صورت رشوت خوری ہے مگر یہ ایک ایسی قبیح اور شنیع برائی ہے کہ اس کی عادت سے تسکین حاصل ہونے کے بجائے خواہشات کی آگ مزید بھڑکتی چلی جاتی ہے۔ اس لعنت سے معاشرہ میں سے اعتماد و بھروسہ اور اخوت و مودت جیسی بیش بہا صفات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور معاشرے میں خود غرضی اور زر طلبی کی وبا بڑی تیزی سے پھیل کر اس کے بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ ایسا معاشرہ کسی وقت بھی ہلاکت و بربادی سے دوچار ہو سکتا ہے۔

رشوت بہت سے جرائم کا مجموعہ ہے یہ بد دیانتی، حق تلفی، ناانصافی، خودغرضی اور بدامنی

پھیلانے جیسے ناقابل معافی جرائم پر مشتمل ہوتا ہے۔ عام طور پر رشوت دو صورتوں میں لیا جاتا ہے ایک یہ کہ کسی شخص کا ناجائز کام کردیا جائے۔ دوسرا یہ کہ کسی شخص کا جائز کام روک دیا جائے تاکہ وہ مجبور ہوکر رشوت دے اور اپنا کام جلدی کرائے پہلی صورت میں ایک آدمی کو ناجائز فائدہ پہنچانے کا مطلب کسی دوسرے شخص کے جائز مفاد کو زک پہنچا کر اس کی حق تلفی کرنا ہے۔ اس ناانصافی سے معاشرے میں نفرت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں جو قومی وحدت کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔ دوسری صورت میں کسی کا جائز کام روک دیا جاتا ہے اور اس میں بلاوجہ تاخیر کی جاتی ہے یا اس پر ناروا اور لایعنی اعتراضات کرکے اس آدمی کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ کچھ دے دلا کر اپنا کام کروائے۔ سرکاری دفاتر میں عموماً یہی ہوتا ہے۔ یہ دوہرے قسم کا جرم ہے اس لئے کہ ایک طرف تو ایسا شخص بددیانتی کا مرتکب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ انہی امور کی انجام دہی کے لئے ہی تو گورنمنٹ یا کسی ادارہ سے تنخواہ لیتا ہے اب اگر وہ بلاوجہ تاخیر کردیتا ہے تو وہ حقیقت میں ادھورا کام کرکے اس کا معاوضہ پورا لیتا ہے دوسری طرف وہ ایک شخص کے جائز کام میں مداخلت کرکے اور رکاوٹ پیدا کرکے اخلاقی اور قانونی جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔ لعض اوقات تو اس سے بڑے بڑے ملکی مفادات تک کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ ایسی رکاوٹوں سے پیدا شدہ تاخیر کی وجہ سے قومی اور ملکی ترقی کے لئے شروع کئے گئے منصوبے ناقابل تلافی نقصان کی نذر ہوجاتے ہیں

ہمارا معاشرہ اس وقت تک اسلامی نہیں کہلا سکتا جب تک کہ رشوت کا مکمل طور پر خاتمہ نہ کردیا جائے اور ہم اس وقت تک سچے مسلمان نہیں بن سکتے جب تک کہ ہم رشوت دینے اور لینے سے باز نہ آجائیں۔ اللہ اور اس کے رسول نے رشوت کے کاروبار سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتأکلوا فریقاً من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔ (بقرۃ : ۱۸۸)	اور نہ کھاؤ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق اور (بطور رشوت) نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک کہ (اس کے ذریعے) تم ناجائز طور پر لوگوں کا کچھ مال ہڑپ کر جاؤ اور تم جانتے ہو۔

رسول اکرمؐ فداہ روحی صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

عن عبداللہ بن عمرو قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی

(مسند احمد بن حنبل ج ۲: ۱۶۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت کی ہے۔

عن عمرو بن العاص قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من قوم یظھر فیھم الربا الا اخذوا بالسنۃ وما من قوم یظھر فیہ الرشا الا اخذوا بالرعب۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۴: ۲۰۵)

حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس قوم میں سود رواج پا جائے گا اللہ تعالیٰ اسے قحط میں مبتلا کر دیں گے اور جس قوم میں رشوت عام ہو جائے اللہ تعالیٰ اس پر رعب طاری کر دیتا ہے۔

رشوت چاہے کسی بھی نام سے لی یا دی جائے وہ رشوت ہی ہے نام بدلنے سے وہ حلال نہیں ہو سکتا۔ چاہے اسے تحفہ کہہ کر پیش کیا جائے یا مٹھائی کہہ کر لی جائے ہر حالت میں وہ رشوت ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا قول منقول ہے۔ وقال عمر بن عبدالعزیز کانت الھدیۃ فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھدیۃ والیوم رشوۃ۔ (صحیح بخاری کتاب الھبۃ باب ۱۱) حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تحفہ، تحفہ ہی ہوا کرتا تھا مگر آج کے دور میں یہ رشوت ہی ہے۔ (اس تحفہ سے مراد وہ تحفہ ہے جسے کسی غرض سے کسی صاحب اختیار کو پیش کیا جائے)۔

اختیارات کا غلط استعمال:۔ ملازم پیشہ طبقہ میں جو لوگ کچھ نہ کچھ اختیار رکھتے ہیں وہ عموماً اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے قوم و ملک کے قیمتی سرمائے کو گھن کی طرح چاٹ جاتے ہیں۔ بڑے بڑے منصوبے اکثر اوقات اسی وجہ سے ناکام ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے لئے فراہم کردہ رقم افسران کی آرام و آسائش پر خرچ ہو جاتا ہے۔ اگر کسی افسر کو یہ سہولت ملی ہوئی ہے کہ وہ سرکاری یا دفتری امور کی انجام دہی کے لئے حکومت کی طرف سے فراہم کردہ گاڑی استعمال کر سکتا ہے تو

دیکھا یہ گیا ہے اسے وہ صاحب اپنی نجی ضرورتوں کے لئے بھی استعمال کرتا ہے ۔بیگم کو شاپنگ کرانی ہو یا دوستوں کے ساتھ سیر و تفریح یا اور کوئی خالصتاً ذاتی نوعیت کا کام ہو سرکاری گاڑی استعمال کی جاتی ہے ۔

اسی طرح اگر کسی کو کوئی اور سہولت حاصل ہے تو وہ ہر طرح سے کوشش کرتا ہے کہ اس سے جائز و ناجائز مفاد حاصل کرے ۔ یہ قطعاً ناجائز اور حرام ہے ملک و قوم کے سرمائے کو اس طرح ضائع کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہونی چاہیئے ۔ اس سے دوسروں میں بھی مفاد پرستانہ خیالات جنم لیتے ہیں اور دیکھا دیکھی میں دوسرے لوگ بھی اسی راہ پر چل نکلتے ہیں ۔

کام چوری :۔ محنت و مشقت سے جو قومیں جی چراتی اور سہل پسند بن جاتی ہیں وقت کی تلوار انہیں نیست و نابود کر دیتی ہے یہی قانون فطرت ہے اور تاریخ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے ۔ لگن اور محنت سے کام نہ کرکے وقت ضائع کرنا نہ صرف فرد کے لئے نقصان دہ ہے بلکہ اس سے قوم و وطن کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے ۔ دفتروں میں عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اہل کار بیٹھے گپیں ہانک رہے ہیں ۔ چائے نوشی کی جا رہی ہے ۔ یا کسی اور طرح وقت برباد کیا جا رہا ہے جبکہ اصل کام جو کرنے کا ہے یونہی پڑا ہوا ہے ۔ اس سے جہاں خود ایسے افراد کی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے وہیں ملکی و ملی مفادات سستی کی نذر ہو جاتے ہیں ۔ اسلامی معاشرہ میں اس کی قطعاً اجازت نہیں دی جا سکتی ۔جب ایک شخص اپنے وقت کا جو چھ سات گھنٹے ہیں پورا معاوضہ لیتا ہے اور کام صرف دو ایک گھنٹے کا کرتا ہے اور بعض اوقات کچھ بھی نہیں کرتا تو ایسے شخص کی کمائی کو کیونکر جائز قرار دیا جا سکتا ہے ۔ معاشرے کی اصلاح تب ممکن ہو سکتی ہے جب ہر آدمی چاہے وہ مزدور ہو یا کارخانہ دار، افسر ہو یا ماتحت ملازم، اپنے فرائض دیانت داری سے انجام دیں اور اس میں کسی قسم کی سستی اور تساہل کا مظاہرہ نہ کریں ۔

ہم اپنے اپنے حقوق کے لئے تو ہر وقت چلاتے رہتے ہیں اور ہماری زبان پر ہر وقت یہ شکوہ

رہتا ہے کہ ہمارے حقوق غصب کیے جا رہے ہیں۔ ہمارے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے جبکہ اپنے فرائض سے ہر شخص لاپرواہی برتتا اور کوتاہی کرتا نظر آتا ہے۔ حالانکہ حقوق و فرائض کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ فرائض ادا کئے بغیر حقوق نہیں مل سکتے اور حقوق دیئے بغیر فرائض کی صحیح انجام دہی ناممکن ہوتی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر وقت اس کلیہ کو مدنظر رکھیں اور فرائض باحسن طریقے سے انجام دیں تاکہ حقوق کا حصول آسان بن جائے۔

اسلام ہمیں محنت اور اپنے ہاتھ سے کمانے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام نے کام کی عظمت کا درجہ بہت بلند رکھا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کی کمائی کو سب سے افضل قرار دیا ہے۔

عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال خیر الکسب کسب العامل اذا نصح	حضرت ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا بہترین کمائی کمانے والے ہاتھ کی ہے جبکہ کام خلوص سے کیا جائے۔
(مسند احمد بن حنبل ج ۲ : ۳۳۴)	

اس حدیث میں کام کی اور محنت کی عظمت کے ساتھ ساتھ خلوص سے کام کرنے کی تلقین ہے یعنی کام کرنے والا اپنا کام انتہائی دیانت داری سے انجام دے اور سستی سے کام کرکے کام چوری کا مظاہرہ نہ کرے۔

عن رافع بن خدیج قال قیل یا رسول اللّٰہ ای الکسب اطیب قال عمل الرجل بیده و کل بیع مبرور۔	رافعؓ بن خدیج سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ کونسی کمائی سب سے پاکیزہ ہے تو آپ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔
(مسند احمد بن حنبل ج ۴ : ۱۴۰)	
عن عائشة قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ان اطیب ما اکل الرجل من کسبه	حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پاکیزہ کھانا جو آدمی کھاتا ہے وہ اس کی اپنی کمائی ہے۔
(سنن ابن ماجۃ کتاب التجارات باب اول)	
عن المقدام بن معدیکرب الزبیدی عن	حضرت مقدام بن معدیکرب روایت کرتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما کسب الرجل کسبًا اطیب من عمل یدہ
(سنن ابن ماجہ کتاب التجارات باب اول)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا سب سے پاکیزہ کمائی جو ایک شخص کماتا ہے وہ اس کے ہاتھ کی کمائی ہے۔

ان احادیث سے کام کی عظمت اور محنت کا درجہ واضح ہو جاتا ہے۔ دراصل اسلام نہیں چاہتا کہ کوئی شخص بغیر کسی مجبوری کے کام نہ کر کے معاشرہ پر بوجھ بن جائے۔ ایک خوشحال اور افلاحی معاشرہ تب ہی تشکیل پاسکتا ہے جب ہر فرد محنت کرے اور مفت خوری سے دور رہے۔

گداگری :- کام سے جی چرانا اور مانگے تانگے پر گذارہ کرنے کی ایک صورت بھیک مانگنا بھی ہے۔ ہمارے ملک میں گداگری کا کاروبار بڑے زوروں پر ہے اور بعض لوگ اسے انتہائی منظم طور پر چلا رہے ہیں۔ گداگری مسلم معاشرے پر ایک بدنما داغ کی حیثیت رکھتی ہے اس سلسلہ میں جہاں حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس لعنت کے خاتمہ کے لئے مؤثر اقدامات کرے وہیں عوام کی طرف سے بھی پیشہ ور بھکاریوں کی مکمل حوصلہ شکنی ہونی چاہیئے۔

اسلام میں اپنی ہاتھ کی کمائی سے اپنی ضروریات پوری کرنے اور اللہ کے راہ میں خرچ کرنے کی بڑی فضیلت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے اور دست سوال دراز کرنے سے منع فرمایا ہے۔ صدقات و خیرات کے مستحق افراد کی نشانی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ باوجود احتیاج اور ضرورت کے لوگوں سے لپٹ لپٹ کر نہیں مانگتے۔ ارشاد ہے یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم، لایسئلون الناس الحافاً (البقرہ : ۲۷۳) بلکہ ناواقف شخص انہیں نہ مانگنے کی وجہ سے غنی سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ ان کے چہرے سے پتہ چل جاتا ہے کہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں۔

اللہ تعالیٰ اغنیاء اور صاحب ثروت لوگوں کو خیرات و صدقات کی تلقین کرتا ہے اور ان کے مستحق انہی لوگوں کو قرار دیتا ہے جو کسی مجبوری کی وجہ سے کما نہیں سکتے یا اس قدر نہیں کما پاتے کہ اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو صحیح معنوں میں پوری کر سکیں ایسے لوگ شرم و حیا اور خودداری کی بناء

پر مانگ بھی نہیں سکتے۔ مگر ان کی حالت ان کے چہرے مہرے سے ظاہر ہو جاتی ہے جبکہ پیشہ ور گداگر صرف مانگنے کی غرض سے مانگتا ہے اور بھیک مانگنا اس کی عادت بن جاتی ہے۔ بہت سے بھکاری تو بہت مالدار ہوتے ہیں اور بعض کے پس پردہ کئی ایک دولت مند اور با اثر افراد کاروبار چلا رہے ہوتے ہیں۔ اور ان بھکاریوں کی کمائی اچھی لوگوں کی جیبوں میں چلی جاتی ہے جس سے وہ عیاشیاں کرتے اور رنگ رلیاں مناتے ہیں اور مال حرام بود در کار حرام رفت کے مصداق اسے ناجائز جگہوں پر خرچ کر کے معاشرے میں برائی پھیلانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینے والے ہاتھ کو لینے والے ہاتھ سے افضل قرار دیا ہے اور کسی مسلمان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ بغیر کسی مجبوری کے دست سوال دراز کر کے لینے والوں میں خود کو شامل کرے گا۔ بلا ضرورت مانگنے والے کے لئے رسول اللہ نے سخت وعید سنائی ہے

عن عبد اللہ بن عمران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال وھو یخطب الید العلیا خیر من الید السفلی الید العلیا المعطیہ والید السفلی ید السائل (مسند احمد بن حنبل ج ۲: ۹۸)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ دینے والے اور نیچے والا ہاتھ مانگنے والے کا ہاتھ ہوتا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لأن یغدو احدکم فیحتطب علی ظھرہ فیتصدق منه ویستغنی به عن الناس خیر له من أن یسأل رجلاً اعطاہ او منعه ذلك فان الید العلیا خیر من الید السفلی وابدأ بمن تعول۔

(سنن ترمذی کتاب الزکاۃ باب ۳۸)

حضرت ابو ھریرۃ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ بہتر ہے کہ ایک شخص جا کر لکڑیاں اپنی پیٹھ پر لاد کر بیچے اور پھر اس میں سے خرچ کرے اور لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچ جائے اس سے کہ وہ کسی سے کچھ مانگے اور وہ اسے دے یا نہ دے کیونکہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے اور اپنے زیر کفالت افراد پر خرچ کرنے میں پہل کرو۔

مفت خوری ایک ایسی عادت ہے کہ اس سے انسانی صلاحیتیں مردہ ہو جاتی ہیں یہ ان کے لئے سم قاتل ہے کیونکہ اس سے تمام اچھے اوصاف رفتہ رفتہ مٹ جاتے ہیں دل مردہ ہو جاتا ہے شرم و حیا ختم ہو جاتی ہے اور آدمی اپنے ماحول کے لئے وبال جان بن جاتا ہے۔ اس لئے بھیک سے حاصل شدہ خوراک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دہکتا ہوا انگارہ قرار دیا ہے۔ جو تمام اوصاف حمیدہ کو جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔

عن حبشی بن جنادة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یاکل الجمرة۔

حضرت حبشی بن جنادة سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بغیر احتیاج اور ضرورت کے سوال کیا گویا وہ دہکتے ہوئے انگارے کھا رہا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۴ : ۱۶۵)

اسلام صرف اشد ضرورت کہ آدمی کے لئے اور کوئی چارہ کار نہ رہ گیا ہو مانگنے کی اجازت دیتا ہے بغیر مجبوری اور فقر و فاقہ کے مانگنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان المسئلة لا تحل الا لثلاثة لذی فقر مدقع او لذی غرم مفظع او لذی دم موجع۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کے سوا اور کسی کے لئے مانگنا جائز نہیں ہے ایک وہ آدمی جو شدید فقر و فاقہ میں مبتلا ہو دوسرا وہ آدمی جو قرض کی وجہ سے ذلیل ہو رہا ہو اور تیسرا وہ شخص جس پر خون بہا دینا لازم ہو۔

(مسند احمد بن حنبل ج ۳ : ۱۲۷)

ان ناگزیر حالات کے سوا کسی بھی ایسے شخص کے لئے مانگنا جائز نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر یقین رکھتا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہادی و رہبر تسلیم کرتا ہو۔

عن ابی سعید الخدری عن ابیہ قال سرحتنی امی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو سعید خدری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ان کی والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مانگنے کے لئے بھیجا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں آپ کے پاس

أسأله فاتيته فقعدت قال فاستقبلني فقال من استغنى اغناه الله ومن استعف اعفه الله ومن استكف كفاه الله ومن سأل وله قيمة اوقيه فقد الحف الخ

(مسند احمد بن حنبل ج ۳ : ۹)

آکر بیٹھ گیا تو آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا جس شخص نے خود کو (مال و دولت سے) بے نیاز کر دیا اللہ تعالےٰ اسے بے نیاز کر دیں گے اور جو شخص خود کو سوال کرنے سے باز رکھے اللہ تعالےٰ اسے (ایسی صورت حال میں مبتلا ہونے سے) بچالیں گے اور جو شخص خود کفیل بننا چاہے گا اللہ اسے خود کفیل بنا دیں گے اور جس نے ایک اوقیہ چاندی کے برابر رقم ہوتے ہوئے سوال کیا تو گویا اس نے الحاف سے کام لیا۔

الحاف کے معنی ہیں کسی سے اصرار کر کے اور لپٹ لپٹ کر مانگنا کہ دوسرا آدمی مانگنے والے کے اصرار سے شرمندہ ہو کر اپنی جان چھڑانے کی خاطر کچھ دے ہی دے۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کو خوبصورت اور حسین بنایا ہے۔ اور اس کے چہرے پر ایک ایسی رونق و تابانی رکھ دی کہ جس کے ذریعے وہ دوسری مخلوقات کو اپنا تابع فرمان بنائے ہوئے ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسانی چہرہ میں ایک طرح کا رعب بھی رکھدیا ہے۔ لیکن جب اسی چہرہ کو دوسروں کے سامنے ذلیل و خوار کرنا شروع کر دیا جائے تو اس کی رونق تازگی اور رعب ختم ہو جاتا ہے۔ بھیک مانگنے سے چہرے پر لعنت و پھٹکار برستی رہتی ہے

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سأل الناس وله ما يغنيه جاء يوم القيامة ومسألته في وجهه خموش او خدوش او كدوح قيل يا رسول اللہ وما يغنيه، قال خمسون درهما او قيمتها من الذهب۔

(سنن ترمذی کتاب الزکاۃ باب ۲۲)

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے لوگوں سے سوال کیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے جو اسے کافی ہو تو قیامت کے دن اس کا چہرہ مانگنے کی وجہ سے خراش زدہ ہو گا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ اسے کتنا کفایت کرے گا تو آپ نے فرمایا پچاس درہم یا ان کی قیمت سونے سے

عن سمرۃ بن جندب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان المسئلۃ کد یکد بہا الرجل وجہہ الا ان یسال سلطاناً او فی امر لا بدمنہ (سنن ترمذی کتاب الزکاۃ باب)

حضرت سمرۃ بن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سوال کرنا زخم ہے آدمی اس کے ذریعے اپنے چہرے پر زخم لگاتا ہے الا یہ کہ آدمی حاکم سے سوال کرے یا ایسی حالت میں کہ جس سے چارہ نہ ہو۔

مجبوری کی حالت میں مانگنے کی اجازت ہے یا پھر آدمی اپنے سرپرست اور حاکم وقت سے سوال کر سکتا ہے کیونکہ حاکم وقت بھی ایک طرح سرپرست ہوتا ہے اور اس سے سوال کرنا جائز ہے

حرام کمائی کی مذمت :۔ ہوس زر اور دولت کی خواہش نے اس معاشرہ کے ہر فرد کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے جس کی وجہ سے آج ہم نے مال و دولت ہی کو ہر مشکل کا حل سمجھ لیا ہے اور اس کے حصول کے لئے تمام اخلاقی اقدار کو بالائے طاق رکھ دیا ہے حالانکہ اسلام کے نقطۂ نظر سے دولت کی حیثیت اخلاق کے مقابلے میں ثانوی ہے۔

ایک حدیث شریف میں تو یہاں تک آتا ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ (مشکوٰۃ شریف) دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔ کیونکہ جسے دنیا اور اس کی زیب و زینت سے محبت ہوگی وہ یقیناً لوگوں کے حقوق دبا کر اور اللہ کے حقوق فراموش کر کے اپنی آخرت بگاڑ لے گا۔ طلب دنیا اور دولت پرستی انہی لوگوں میں پایا جاتا ہے جو اس دنیا کو دائمی اور ابدی سمجھتے ہیں یا انہیں آخرت کا کوئی فکر نہیں ہوتا۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ قسم بینکم اخلاقکم کما قسم بینکم ارزاقکم وان اللّٰہ عزوجل لیعطی الدنیا من یحب ومن لا یحب ولا یعطی الدین الا لمن

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق کو تقسیم کر دیا ہے جس طرح اس نے تمہارے لئے تمہارا رزق بانٹ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ دنیا جسے پسند کرتا ہے اسے بھی دیتا ہے اور جسے ناپسند کرتا ہے اسے بھی دیتا ہے لیکن دین اسے ہی دیتا ہے جسے پسند کرتا ہے پس جس کو اللہ تعالیٰ نے دین دیا گویا اسے پسند کر لیا

احب فمن اعطاه الله الدین فقد احبه والذی نفسی بیدہ لا یسلم عبد حتی یسلم قلبہ ولسانہ ولا یؤمن حتی یأمن جارہ بوائقہ، قالوا وما بوائقہ یا نبی اللہ قال غشمہ وظلمہ ولا یکسب عبد مالاً من حرام فینفق منہ فیبارك لہ فیہ ولا یتصدق بہ فیقبل منہ ولا یترك خلف ظہرہ الا کان زادہ الی النار، ان اللہ عزوجل لایمحو السئی بالسئی ولکن یمحو السئی بالحسن ان الخبیث لایمحو الخبیث

(مسند احمد بن حنبل ج ۱: ۳۸۷)

اور قسم ہے مجھے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کا دل اور زبان اسلام نہ لے آئیں اور کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ اس کی شرارتیں کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کی ظلم اور زیادتی۔ اور ایسا کبھی نہیں ہوسکتا کہ ایک آدمی حرام کمائی سے خرچ کرے اور اللہ اس میں برکت دے، وہ اس میں خیرات کرے اور اللہ اُسے قبول فرمالیں اور اگر وہ اس کو چھوڑ کر مر جائے گا تو یہ اس کے لئے جہنم کی آگ کا زاد راہ ہوگا بیشک اللہ تعالےٰ برائی کو برائی سے نہیں بلکہ برائی کو اچھائی سے مٹاتے ہیں کیونکہ گندگی سے گندگی کو دور نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کریم میں حلال کمائی سے خرچ کرنے کا حکم آیا ہے اور حرام کمائی سے خرچ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

یآیھا الذین امنوا انفقوا من طیبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم بآخذیہ الا اَن تغمضوا فیہ (بقرہ: ۲۶۷)

اے ایمان والو! پاکیزہ چیزوں میں سے جو تم نے (اپنے ہاتھ سے) کمائی ہیں اور جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور ناپاک مال خرچ کرنے کا مت سوچو کہ خود اسے لیتے وقت منہ بنانے لگتے ہو۔

حرام کمائی نہ صرف خود اپنے لئے روحانی اور مادی طور پہ نقصان دہ ہوتی ہے بلکہ اس سے معاشرے میں بھی برائیاں جنم لیتی ہیں ایک مسلمان کو یہ شایان نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان اور مؤمن کہلانے کے ساتھ ساتھ حلال اور حرام میں کوئی تمیز روا نہ رکھے اور جو چیز جہاں سے اور جس طرح ملے اسے لے لے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال یأتی علی الناس زمان لا یبال المرء ما اخذ منہ أمن الحلال أم من الحرام۔	حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لوگوں پہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی مال لیتے وقت یہ نہیں دیکھے گا کہ آیا وہ حلال میں سے ہے یا حرام میں سے۔

(بخاری کتاب البیوع باب)

ایسا وقت یقیناً عذاب الٰہی کو دعوت دینے والا ہوگا اور اس وقت خدا کے عذاب سے بچنے کا کوئی چارہ نہ ہوگا۔

حرام مال میں کسی طور بھی برکت نہیں ہوتی اور وہ اکثر حرام جگہ ہی خرچ ہوتی ہے ہم غور نہیں کرتے ورنہ اگر دیکھا جائے تو حرام کمائی باعث پریشانی ہی بنتی ہے۔ اس سے آدمی کا سکون و چین ختم اور اطمینان قلبی رخصت ہو جاتا ہے۔ آج کے انسان کو ہر وقت جو ذہنی تفکرات بے چین رکھتے ہیں ان کی بنیادی وجہ مال حرام ہوتی ہے۔ اس کے مقابلے میں حلال کمائی میں اللہ تعالیٰ بہت ہی برکت عطا فرماتے ہیں۔ حلال کمائی سے اگر آدمی کھائے پیئے اور پہنے تو اس سے اسے روحانی مسرت و شادمانی کا احساس ہوتا ہے اس کی عمر میں برکت ہوتی ہے اور نیکیوں کو بارگاہ ایزدی میں قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ حلال مال آدمی کو پکا اور سچا مسلمان و مؤمن بنانے میں اپنا پورا کردار ادا کر کے اسے معاشرے کا ایک اہم اور قیمتی سرمایہ بنا دیتا ہے۔

اس کے مقابلے حرام تو حرام ایک مشتبہ چیز یعنی ایک ایسی چیز کہ جس کے حلال

یا حرام ہونے میں شبہ ہے۔ ایسی چیز بھی انسان کو کسی وقت بھی برائی میں مبتلا کرنے کا باعث ہوتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الحلال بیّن وان الحرام بیّن وبینہما مشتبہات لا یعلمہن کثیر من الناس فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک أن یرتع فیہ الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔

(بخاری شریف)

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا بلا شبہ حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان مشکوک چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے پس جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنا دین اور آبرو بچا لیا اور جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں مبتلا ہو گا جیسا کہ چرواہا جو اپنا ریوڑ کھیت کے باڑ کے پاس چرائے گا تو اس کی بکریاں کھیت میں بھی چرنے لگیں گی خبردار بلا شبہ ہر بادشاہ کی ایک باڑ ہوتی ہے اور بلا شبہ اللہ کی باڑ وہ چیزیں ہیں جو حرام ہیں خبردار جسم میں ایک ایسا ٹکڑا ہے جو درست ہو تو سارا جسم درست ہوتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے بیشک وہ ٹکڑا دل ہے